OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jan-June-2023
***Vol:* 4, *Issue:* 1**
journalrushd@gmail.com**Email:**
OJS: https://rushdjournal.com/index

Dr Tahmina Fazil[1]

Munawer Hussain[2]

جدید اسلامی سیاسی تحریکات کے کردار کا فقدان

Lack of the Role of Modern Islamic Political Movements

Abstract

The Islamic Movement refers to a struggle revolving around the call for God and religion, which is not only all-round but also never-ending. Its responsibility is to provide such people who are not servants of personal interest but who fulfill the rights of both the creator and the creatures for the sake of God's will. When this Islamic movement takes the form of an Islamic political movement, its purpose is to cleanse the earth from corruption and run it in accordance with the rules of God. Among the important contemporary Islamic political movements are the *Ikhwan ul Muslaimeen* and the *Jamaat-e-Islami* etc. The ambitions of these movements were to provide active Islamic political system to the people of the world and to bring forth high-potential leaders. But time has proved that these movements were devoid of self-accountability, feelings, proper planning, use of *Ijtihad* and modern scientific methods.

1 Assistant Professor, Islamic Studies, University of Education Lahore, Vehari Campus

2 Visiting Lecturer, Islamic Studies, M. Nawaz Sharif University of Agriculture Multan

Due to the inconsistency in the words and actions of the members of the movement, they failed to achieve the desired objectives. The success of the Islamic movements can only be possible through such people who not only accept the call of the Qur'an O Sunnah but also adopt the methods of change and reform. By adopting such ways, despite the change of time and situation, they can succeed in refinement of thought, construction of character and social justice.

Keywords: Political Movements, Islam, Civilization, Power

اسلامی تحریک سے مراد خدا اور دین کی دعوت کے گرد گھومنے والی جدوجہد ہے جو نہ صرف ہمہ گیر ہے بلکہ کبھی نہ ختم ہونے والی بھی ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگ مہیا کیے جائیں جو ذاتی مفاد کے خادم نہ ہوں بلکہ اللہ کی رضا کے لیے خالق اور مخلوق دونوں کے حقوق کی تکمیل کریں۔ جب یہ اسلامی تحریک ایک اسلامی سیاسی تحریک کی شکل اختیار کرتی ہے تو اس کا مقصد زمین کو فساد سے پاک کرنا اور اسے احکام الٰہی کے مطابق چلانا ہے۔ عصر حاضر کی اہم اسلامی تحریکوں میں اخوان المسلمین، تحریک نورسی اور جماعت اسلامی وغیرہ شامل ہیں۔ ان تحریکوں کے اولین مقاصد دنیا کے لوگوں کو فعال اسلامی سیاسی نظام فراہم کرنا اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لیڈروں کو سامنے لانا تھا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ تحریکیں نہ صرف خود احتسابی، احساسات اور منصوبہ بندی کے فقدان کا شکار ہو گئیں بلکہ جتہاد اور جدید سائنسی طریقوں کے استعمال سے بھی عاری ہوتی گئیں۔ تحریک کے ارکان کے قول و فعل میں عدم مطابقت کے باعث وہ مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ اسلامی تحریکوں کی کامیابی ایسے لوگوں کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتی ہے جو نہ صرف قرآن و سنت کی دعوت کو قبول کریں۔ بلکہ تبدیلی اور اصلاح کے طریقے بھی اپنائیں۔ ایسے طریقوں کو اپنا کر ہی وقت اور حالات کی تبدیلی کے باوجود یہ تحریکیں تطہیر فکر تعمیر کردار اور سماجی انصاف کی فراہمی میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔

اسلامی سیاسی تحریک کا تعارف

اسلام کے لفظی معنی جھکنے اور عاجزی کے ہیں۔ اس سے مراد امن و آشتی بھی ہے۔ اصطلاح میں اسلام سے

مراددین کو اللہ کی طرف خاص کرنا ہے اور ایسا شخص مسلم کہلاتا ہے جو خالص اللہ کی عبادت کرتا ہے یوں اسلام سے مراد خدائے واحد کی فرمانبرداری اور عبادت ہے۔[1] لہٰذا جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اسلام اس سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے لوازمات کو یقینی بنائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾[2] اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

سیاست ساس، یسوس سے مصدر کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد اصلاح کرنا اور سنوارنا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"والسِّياسةُ: القيامُ عَلَى الشَّيْءِ بِمَا يُصْلِحه."[3]

"سیاست کسی بھی چیز کی اصلاح کے لیے ڈٹ کر کھڑے ہو جانے کا نام ہے۔"

کسی بھی تہذیب کو پنپنے کے لیے اخلاقی عقائد و اصول اور سماجی اداروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی ایسے عناصر ہیں جو تمدن کا ڈھانچہ متعین کرتے ہیں اور تحریکات کہلاتے ہیں۔ تحریک سے مراد ایسی جدوجہد ہے جو نہ صرف واضح نصب العین رکھتی ہو بلکہ ایک منظم طریقے کے تحت بھی ہو۔[4]

لہٰذا اسلامی سیاسی تحریک سے مراد ایسی منظم جدوجہد ہے جو دین کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ریاست کے سیاسی معاملات کو ایک مدبر قائد کی سربراہی میں انتہائی نظم و ضبط سے چلائے۔ اسلامی سیاسی

---

1 محمود، سید قاسم، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، 2001)، ص:204

Mahmood, Syed Qasim, Shahkar Islami Encyclopedia (Lahore: Al-Faisal Publishers and Booksellers, 2001), P. 204.

2 آل عمران: 85

Al-Imran :85

3 افریقی، ابن منظور، جلال الدین مکرم، لسان العرب (بیروت: دار الاحیاء التراث العربی، 1988)، 4:149

Afriqi, Ibn Manzur, Jalal al-Din Makram, Lisan al-Arab (Beirut: Dar al-Ahyaa al-Turath al-Arabi, 1988), 4: 149.

4 فلاحی، عبید اللہ، فہد، تاریخ دعوت و جہاد (کراچی: فضلی سنز، 2000)، ص:17

Falahi, Abidullah Fahad, Tarikh Dawat wa Jihad (Karachi: Fadli Sons, 2000), P. 17.

تحریک کے مقاصد واہداف اس آیت کے ذریعے واضح ہوتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1]

"اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ہم انھیں زمین پر اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔"

نیز ان تحریکات کا مقصد عدل وانصاف کی فراہمی، امن وامان کا قیام اور لوگوں میں اپنے حقوق و فرائض سے متعلق آگاہی پیدا کرنا ہوتا ہے تاکہ معاشرے میں بہتری آئے اور اسے اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالا جاسکے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانے کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے اور اصلاح وترغیب کا عظیم کام جب تک اس مزاج کے مطابق نہ ہو اس کے کامیابی کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر زمانے اور ہر قوم میں اٹھنے والی تحریکیں اس زمانے اور قوم کے مزاج کے مطابق لائحہ عمل اختیار کرتی ہیں۔ آج کیونکہ جمہوریت مروج اور پسندیدہ ہے اس لیے سیاسی تحریکات کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ جمہوری عمل میں شامل ہو کر لوگوں کو اپنی طرف راغب کیا جائے اور پھر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ ذیل میں اسلامی سیاسی تحریکات کے کردار کا جائزہ لے کر ان وجوہات کی تلاش کیا جائے گی جن کی وجہ سے یہ تحریکات اپنا مؤثر کردار ادا کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکیں۔

1. تقلید کا رجحان

کسی بھی تحریک کی کامیابی کا انحصار اس تحریک کے اختیار کیے گئے لائحہ عمل پر ہوتا ہے جبکہ زوال کا سب سے اہم سبب ان کی اجتہاد سے دوری اور تقلیدی رویہ ہے۔ یہ سیاسی تحریکات اپنا مخصوص نظریہ اور تعلیمات رکھتی ہیں اور ان کے خلاف بولنے یا ان کو بدلنے کے بارے میں سوچنے والوں سے آہنی ہاتھوں سے نپٹتی ہیں۔ ان کے اسی رویے کی وجہ سے ان تحریکات سے وابستہ افراد بس ایک مخصوص دائرے کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ اس کا

---

1 الحج : 41

Al-Hajj :41

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تحریک کے مقاصد اور نتائج جمود کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ انسانی زندگی اور اس کے معاملات مسلسل تبدیلیوں سے عبارت ہیں۔

کسی قوم اور تہذیب کی بقاو سلامتی کا راز اس امر میں ہے کہ وہ روز بروز بدلتے حالات کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل کا حل کس طرح ڈھونڈتی ہیں اگر وہ ان مسائل کے حل میں ٹھہراؤ اور جمود کا شکار ہو جائیں گی تو اپنا وجود خطرے میں ڈال دیں گی۔[1]

اسلامی سیاسی تحریکات کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ تحریک کو بانی تحریک کی دی گئی ہدایات کے مطابق چلایا جائے اور اس میں کسی طرح کی کمی بیشی نہ کی جائے تو وقت اور حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق اگر تحریک کے لائحہ عمل کو تبدیل کر لیا جائے تو یہ نہ صرف اس تحریک کے حق میں بہتر ہو گا بلکہ ان لوگوں کے حق میں بھی بہتر ہو گا جن کے حقوق کے تحفظ کے لئے یہ تحقیق پیش کی جا رہی ہوتی ہے لہٰذا اسلامی سیاسی تحریکات کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ یہ تحریکات جمود کی بجائے اجتہاد کی پالیسی اپنانے اور وقت اور حالات کے پیش نظر دین کے بنیادی احکامات کی روشنی میں تجدیدی عمل کی پیروی کریں

جناب یوسف قرضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مجتہد خلوص نیت سے اجتہاد کرے تو اجتہادی رائے درست یا غلط دونوں صورتوں میں وہ اللہ تعالی کے ہاں اجر کا مستحق قرار پاتا ہے لہٰذا تمام اہل اہل فکر و نظر اور صاحب علم شخص کو اجتہاد کا حق دیا جائے اختلاف رائے ضرور کریں مگر اس میں کسی کو برے القابات سے نہ نوازیں کیونکہ موجودہ حالات میں ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد کی رائے مسترد کر دی جائے لیکن آنے والے دور میں اسی رائے سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔[2]

لہٰذا کسی بھی اسلامی سیاسی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس تحریک میں بدلاؤ اور تبدیلی کو قبول کرنے کی لچک موجود ہو تا کہ بدلتے حالات میں پیش آنے والے نت نئے مسائل کے حل کے لیے نئی راہیں تلاش

---

1 ڈھلوں، عرفان خالد، علم اصول فقہ (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2006) 3:6
Dhillon, Irfan Khalid, Ilm Usul-e-Fiqh (Islamabad: Sharia Academy International Islamic University, 2006), 3: 6

کی جا سکیں۔

2. نظریاتی تحریکیں

آج کل کے مسلم معاشروں میں اہل دین کا زیادہ وقت اعتقادی اور بین المسالک جھگڑوں میں گزرتا ہے جن کی وجہ سے پیداواری سرگرمیاں کم ہو جاتی ہیں۔ اسلامی سیاسی تحریکات اکثر و بیشتر ایسی جماعتوں کی طرف سے سامنے آتی ہیں جو نظریاتی جماعتیں ہیں۔ یہ جماعتیں اپنے مخصوص نظریات سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہوتیں۔ عوامی مسائل سے ناواقفیت اور عدم توجہی کی وجہ سے یہ کبھی بھی عوامی پذیرائی حاصل نہ کر سکیں۔ اس لیے یہ مخصوص فرقے کی جماعتیں تو کہلائیں پر عوامی جماعتیں نہ بن سکیں۔ اس میں پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتیں بھی شامل ہیں۔

جماعت اسلامی نہ صرف اپنے نظریاتی تشخص پر ڈٹ جاتی ہے بلکہ اسے انتخابی منشور کا حصہ بھی بناتی ہے۔ اس طرح جمیعت علماء اسلام اور جمعیت علمائے پاکستان بھی اپنے مخصوص مسلک کی نمائندگی میں مصروف ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ کی نمائندگی کرنے سے قاصر ہیں۔[1] لہٰذا کسی بھی سیاسی تحریک کو اگر پوری امت مسلمہ کی نمائندگی کرنی ہے تو اسے اپنے مخصوص نظریاتی اختلافات سے نکلنا ہو گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انکشاف حق میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ غور و فکر کے باوجود حق تک رسائی حاصل نہ کرنا ہے اور اس کی وجہ ایسے اعتقادات ہوتے ہیں جو آباؤ اجداد کی تقلید کے طور پر بچپن سے ہمارے ذہن میں راسخ ہوتے ہیں۔ یہ اعتقادات ہر اس علم کے حصول میں رکاوٹ کا باعث ہوتے ہیں جو ان سے متصادم ہوں۔[2]

---

1 انصاری، جاوید اکبر، ڈاکٹر، جماعت اسلامی کے زوال کے اسباب اور احیاء کے تقاضے (لاہور: وراثت پبلی کیشنز، 2014)، ص: 32

Ansari, Javed Akbar, Doctor, Jamaat-e-Islami ke Zawaal ke Asbab aur Ihya ke Tawaqo, (Lahore: Virasat Publications, 2014), P. 32

2 الغزالی، ابو حامد، احیاء العلوم، مترجم، مولانا ندیم الواجدی (کراچی: دار اشاعت)، 3:31

Al-Ghazali, Abu Hamid, Ihya Ulum al-Din, Translator: Maulana Nadim al-Wajdi, (Karachi:

3. منصوبہ بندی کا فقدان

دنیا کا ہر کام منصوبہ بندی کا محتاج ہوتا ہے۔ منصوبہ بندی کے بغیر کیے گئے کام اکثر مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکام رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کے ہجرت مدینہ سے فتح مکہ تک کے تمام مراحل انتہائی نظم وضبط اور منصوبہ بندی سے طے کیے گئے۔ افرادی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے مردم شماری کرائی گئی اور ڈیڑھ ہزار مردوں کے نام لکھوائے گئے[1] تاکہ آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔ مخالفین سے مقابلہ کرنے سے قبل ان کی تعداد، گھوڑوں اور اسلحہ کا اندازہ لگایا جاتا تاکہ اس کے مطابق جنگی حکمت عملی ترتیب دی جائے۔

کسی سیاسی تحریک کی کامیابی میں بھی منصوبہ بندی کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔ تحریک کا مقصد عوامی ضروریات کی تکمیل اور مسائل کا بروقت اور مناسب حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر سیاسی، معاشرتی، علمی اور قانونی تمام شعبوں میں مناسب منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ منصوبہ بندی کے بغیر چلنے والی تحریک نہ صرف اپنے مقاصد سے ہٹ جاتی ہے بلکہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں بھی ناکام ہوتی ہے۔ اخوان المسلمین کی مختلف مجالس کے انعقاد کے طریقے پر بھی یہی تنقید کی جاتی تھی کہ اس کے انعقاد میں منصوبہ بندی کا فقدان پایا جاتا ہے اور فیصلے بند کمروں میں ہونے کی وجہ سے شفافیت سے خالی ہوتے ہیں۔

محمد شوقی ذکی لکھتے ہیں کہ اخوان المسلمین کے اوپر سے آمریت اور فسطائیت کارد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تحریک سے متعلقہ تمام فیصلہ جات کو منصوبہ بندی کے دائرہ میں لایا جائے اور ان کے فیصلے کھلے عام اور شوریٰ کے تحت کیے جائیں۔[2]

Dar Ashaat), Jild 3, P. 31.

1 البخاري، محمد بن اسماعيل، صيحح البخاري، كتاب الجهاد، باب، كتابة الإمام الناس، رقم الحديث: 3060

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, Kitab al-Jihad, Bab Kitabat al-Imam al-Nas, Raqm al-Hadith: 3060.

2 ذکی، محمد شوکی، مترجم، سید سلمان علی ندوی، تحریک اخوان المسلمین ماضی وحال (اسلام آباد: مجلس نشریات اسلام،

منصوبہ بندی کا یہی فقدان جماعت اسلامی کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ جماعت اسلامی آج تک اپنا کردار واضح نہیں کر سکی کہ ایک مذہبی جماعت ہے یا ایک سیکولر جماعت۔ اپنے 2013ء کے منشور میں جماعت اسلامی اپنے ماڈرن ہونے کا اعتراف کر چکی ہے۔ مولانا مودودی کے سیاسی نظریات امام غزالی اور ابن خلدون سے ماخوذ ہونے کی بجائے جیفرسن اور مونٹیسکو کے خیالات پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر ظفر انصاری نے بھی جماعت کی پالیسی سازی میں اثر ورسوخ حاصل کیا اور اسے سیکولرائز کرنے کی بھرپور کوشش کی۔[1]

لہٰذا جماعت اسلامی سمیت تمام اسلامی سیاسی تحریکات کو اپنا وجود برقرار رکھنے اور مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے نہ صرف تاریخی قید سے نکلنا ہو گا بلکہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اپنے اہداف کا تعین واضح کرنا ہو گا۔ صرف اسی صورت میں یہ تحریکیں درست معنوں میں اسلامی سیاسی تحریکیں بن سکتی ہیں اور دنیا کے سیاسی نظام میں خاطر خواہ تبدیلی لا سکتی ہیں۔

4. جذباتیت اور عجلت پسندی

اسلامی سیاسی تحریکات کے غیر مؤثر قرار داد میں جذباتیت اور عجلت پسندی کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ علم و عقل پر جذبات کے حاوی ہونے کی وجہ سے یہ تحریکات اتنی سود مند نہ ہو سکیں جتنی ہو سکتی تھیں۔ اگرچہ جذبات انسانی نفسیاتی احوال میں سے ہیں اور اللہ سے امید، خوف خدا رکھنا، اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہونا، گناہ پر افسوس وملال کا اظہار کرنا اور نعمتوں کے ملنے پر شکر گزاری کی کیفیات کا ذکر قرآن میں کثرت سے ملتا ہے۔ لیکن اس کا بیجا استعمال عقل وخرد کو زنگ آلود کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اسلامی سیاسی تحریکات میں موجود جذباتیت نے صبر و تحمل کی بجائے عجلت پسندی کو جنم دیا۔ جس تحریک کا مقصد آہستہ آہستہ لیکن مسلسل چوٹ سے راستے میں حائل پتھروں کو توڑنا تھا وہ جلد بازی کی وجہ سے ناکامی کا شکار ہو گئیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بانیان تحریک میں

1999)، ص: 270

Zaki, Muhammad Shauqi, Translator: Syed Salman Ali Nadvi, Tehreek-e-Ikhwan al-Muslimin Mazi o Hal (Islamabad: Majlis Nashriyat Islam, 1999), P. 270.

1 انصاری، جماعت اسلامی، ص: 58۔59

Ansari, Jamaat-e-Islami, P. 58-59.

نہ صرف صبر و تحمل کی صفات پائی جاتی تھیں بلکہ وہ تحریک کے شرکاء کو بھی صبر و تحمل کا درس دیا کرتے تھے۔ امام حسن البناء نے پانچویں کانفرنس میں دوران خطاب فرمایا:

یہ راستہ بہت کٹھن اور دشوار ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی کچا پھل ہی توڑنا چاہتا ہے تو میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتا وہ اس تحریک سے الگ ہو سکتا ہے لیکن اگر صبر سے کام لیں یہاں تک کہ بیج اُگ جائیں اور پودا تیار ہو کر پھل پک جائے اور اسے مناسب وقت پر توڑا جائے تو اس کا اجر اس کے رب کے ہاں محفوظ ہو گا۔[1]

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ان تحریکوں میں بعد میں شامل ہونے والے ممبران میں یہ صفت مفقود ہو گئی ان لوگوں نے اپنے مقاصد کے حصول میں بے صبری کا مظاہرہ کیا جو ان تحریکات کے زوال کا سبب بنا۔ اسلام بھی صبر و تحمل کا درس دیتا ہے اور عجلت پسندی کو پسند نہیں کرتا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾[2]

"اے ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس طرح عجلت پسندی کے نقصان کے طور پر قوم موسیٰ کے گمراہ ہونے کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى. قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى. قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾

"اے موسیٰ تجھے اپنی قوم سے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا۔ کہا وہ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں میں جلدی تیری طرف آیا تاکہ تو خوش ہو جا۔ فرمایا تیری قوم کو تیرے بعد ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اسے سامری نے گمراہ کر دیا۔"

لہٰذا ان تحریکات کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ضروری ہے کہ تحریک میں شامل لوگ نہ صرف پوری ایمان داری سے

---

1 فلاحی، عبید اللہ فہد، اخوان المسلمین، تزکیہ، ادب، شہادت (کشمیر: القلم پبلی کیشن، 2011)، ص: 105

Falahi, Ubaidullah Fahad, Ikhwan al-Muslimin, Tazkiyah, Adab, Shahadat (Kashmir: Al-Qalam Publications, 2011), P. 105.

2 البقرة: 153

Al-Baqarah :153

تحریک سے وابستہ ہوں بلکہ صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے پوری لگن سے تحریک کی کامیابی کے لیے کوشاں ہوں۔ صرف اسی صورت میں یہ اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

5.افراط و تفریط

کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں میانہ روی کی صفت پائی جاتی ہو۔ اسلامی سیاسی تحریکات میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ صفت مفقود ہوتی گئی اور اس کی جگہ افراط و تفریط نے لے لی۔ اپنے حامیوں کی تعریف اور حمایت اور مخالفین کی مذمت میں افراط و تفریط سے کام لیا جاتا تھا۔ بانی تحریک کی شان میں تعریفوں کے ایسے پل باندھے جاتے کہ ان کا درجہ الہامی ہستیوں کے برابر کر دیا جاتا تھا۔ مادہ پرستی عام تھی جس کی وجہ سے افرادی قوت کو ہی طاقت کا سرچشمہ قرار دیا جاتا تھا اور عددی اضافے پر غرور تکبر کیا جاتا۔ قرآن مجید میں غزوہ حنین میں کثرت کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا﴾[1]

"اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش تھے اور وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی۔"

لہٰذا صرف کثرت کی بناء پر اترانا اور غرور کرنا منع ہے۔ ان سیاسی تحریکات میں خود پسندی بھی عام تھی۔ اپنے حامیوں میں ہر خوبی پائی جاتی تھی تو دنیا کی ہر برائی کا منبع اپنے مخالف کو مانا جاتا تھا۔ مخالفین کی ہر بات کو رد کرنے کے لئے دلائل تیار کیے جاتے تھے اور ان کو گھٹیا ترین اور بدترین قسم کے القابات سے نوازا جاتا تھا جبکہ قرآن محبت و نفرت اور صلح و جنگ ہر طرح کے حالات میں عدل کا درس دیتا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾[2]

"اے ایمان والو اللہ کے واسطے گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے

1 التوبة: 25

Al-Tawba :25

2 المائدة: 8

Al-Maida :8

انصاف کو نہ چھوڑو۔عدل کرو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔"

6.استعماری طاقتوں کے عزائم

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں اور ہمیشہ دشمن رہیں گے اور یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ صیہونی اور صلیبی طاقتیں انسان کو نقصان پہنچانے کے لیے ہمیشہ متحد رہتی ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾[1]

"اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناو یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

یہ استعماری طاقتیں عالم اسلام کو سیاسی معاشی اور معاشرتی ہر میدان میں پچھاڑنے کے درپے ہیں۔ انہی طاقتوں کے ایماء پر اسلام اور اسلامی تحریکات کا مقابلہ کرنے کے لیے اقوام متحدہ جیسے ادارے کا وجود عمل میں لایا گیا جس نے دنیا کی تمام انسانیت کو اپنا تابع کر لیا۔ دنیا کے تمام ممالک اس کے چارٹر پر دستخط کر کے اس کے غلام بنے ہوئے ہیں۔یوں یہ ادارہ مغربی طاقتوں کی منشاء کے مطابق اسلامی ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔

یہ عالمی ادارہ دیگر عالمی تنظیموں کی مدد سے جس تحریک کو چاہے کلین چٹ دے دے اور جسے چاہے دہشت گرد تنظیم قرار دے کر بلیک لسٹ کرا سکتا ہے۔ مغرب کے بہت سے صیہونی اور صلیبی ذہن کے حامی افراد اور ادارے اسلام کے خلاف سازشوں کے لیے صحافیوں اور میڈیا کا استعمال کرتے ہیں، ان کا ساتھ دینے کے لئے قادیانیت اور بہائیت جیسی باتیں تحریک اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں وہ ان کی دست راست ہوتی ہیں۔[2]

یہ طاقتیں اس قدر مضبوط ہیں کہ اسلامی ممالک کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کچھ عرصہ پہلے جب

---

1 المائدۃ: 51

Al-Maida :51

2 مدنی، عبدالمعید، مولانا، تحریکی رجحان، (یوپی، انڈیا: مکتبہ الفہیم، 2011)، ص:13

Mudni, Abdul Moeed, Maulana, Tehriki Rajhan, (U.P., India: Maktaba Al-Fahim, 2011), P. 13.

مصری عدالت نے دو لڑکوں سے جنسی تعلق کی سزا دی صدر حسنی مبارک نے یہ کہتے ہوئے مغرب سے معافی مانگی کہ اگرچہ ان کا ملک جدید ہو گیا ہے لیکن ابھی بھی معاشرے پر قرآن کے اثرات باقی ہیں۔[1]

ان ہی طاقتوں کی ایماء پر اسلام کی نام لیوا سیاسی تحاریک پر پابندی لگا کر ان کے نام لیوا افراد کو پابند سلاسل کیا جاتا۔ اسلامی ممالک میں اسلامی سیاسی نظام کو رائج کرنے کی خواہش کی پاداش میں حامیان تحریک کو شہید کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جاتا تھا۔

ایک صحافی نے امام حسن البناء سے پوچھا کہ اخوان پر پابندی کیوں لگائی گئی تو امام صاحب نے بتایا کہ عرب حکومت مسلمانوں کی امنگوں کے خلاف ہے اور مسئلہ فلسطین ختم کر دینا چاہتی ہے۔[2]

یوں مسلمان ممالک کے اندرونی معاملات میں بھی ان مغربی قوتوں کی دخل اندازی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ آج بھی یہ روش جاری وساری ہے۔ فلسطین ہو یا مقبوضہ کشمیر میں آزادی کے حصول کی جدوجہد میں مصروف عمل سیاسی تحریکیں، ان کے مستقبل کا فیصلہ انہی طاقتوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو جب چاہیں ان تحریکوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان کو بلیک لسٹ کر سکتی ہیں۔

7. محاسبہ کا فقدان

اسلام معاشرتی زندگی کی بہتری کے لیے ایک طرف عدل و انصاف پر زور دیتا ہے تو دوسری طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ مواخذہ بھی اسی لیے اہمیت کا حامل ہے کچھ علماء اسے عدل سے مشروط کرتے ہیں تو کچھ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام غزالی،[3]

---

1 State or Society، The goal of Islamic movements، Maulana M.Isa، Mansoori

http.//alsharia.org/2006/may/islami-tehrikaat-hadaf-m-isa-mansuri

2 عبد الغفار، عزیز، حسن البنا شہید ایک مطالعہ، ص:153

Abdul Ghaffar, Aziz, Hasan al-Banna Shahid Ek Mutalea, P. 153

3 غزالی، احیاء العلوم، 2:211

Ghazali, Ihya Ulum al-Din, Jild 2, P. 211

امام شیرازی،[1] ابن خلدون[2] اور ابن قیم[3] رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جس طرح معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور اصلاح میں عدل بنیادی کردار ادا کرتا ہے بالکل اسی طرح حسبہ کے نفاذ سے بھی معاشرتی برائیاں دور ہوتی ہیں۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ[4] اور قاضی ابویعلی الفراء[5] نے حسبہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت بیان کیا ہے:

" والحسبة، هِيَ أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، إِذَا ظَهَرَ تَرْكَهُ، وَنَهْيٌ عن المنكر إذا ظهر فعله"

"حسبہ کے معنی ہیں اچھائی کو جب کھلے عام ترک کر دیا جائے تو اس کے اختیار کرنے کا حکم دینا اور برائی کے کھلے عام ارتکاب پر اس کو روکنا ہے۔"

قرآن مجید میں ارشاد ہے:﴿وَلَآ أُقْسِمُ بِٱلنَّفْسِ ٱللَّوَّامَةِ﴾[6]

"اس جان کی قسم جو آپ نے امت کو اپنے اوپر بہت ملامت کریں۔"

---

1 الشيرازي، عبدالرحيم بن نصر، نهاية الربة في أحكام الحسبة، (قاہرہ: 1946)،ص:6

Al-Shirazi, Abdul Rahim bin Nasir, Nihayat al-Ribah fi Ahkam al-Hasbah, (Cairo: 1946), P. 6.

2 ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون (بیروت: دارالقلم، 1884)، ص:225

Ibn Khaldun, Abdul Rahman, Muqaddimah Ibn Khaldun, (Beirut: Dar al-Qalam, 1884), P. 225.

3 ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر، الطرق الحكمية في سياسة الشرعية (القاهرة: مطبعة السنة المحمدية، 1983)، ص: 238.

Ibn Qayyim al-Jawziyya, Muhammad ibn Abi Bakr, Al-Turuq al-Hukmiyya fi Siyasat al-Shar'iyya, (Cairo: Matba'at al-Sunnah al-Muhammadiyya, 1983), P. 238

4 ماوردي، أبو الحسن علي بن محمد، الأحكام السلطانية في الولاية الدينية (بيروت: دار الكتب العلمية، 1999)، ص: 391.

Al-Mawardi, Abu al-Hasan Ali ibn Muhammad, Al-Ahkam al-Sultaniyya fi al-Wilaya al-Diniyya, (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1999), P. 391

5 أبو الفرا، القاضي أبو العلي، الأحكام السلطانية (بيروت: دار الكتب العربية، 1621ھ)، ص: 284.

Abu al-Fara, al-Qadi Abu al-Ali, Al-Ahkam al-Sultaniyya, (Beirut: Dar al-Kutub al-Arabiyya, 1621 AH), P. 284

6 البقرة: 75

Al-Baqarah: 75

لہٰذا وہ شخص اسلام میں پسندیدہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور برائی کی صورت میں اسے ملامت کر کے دوبارہ سے سیدھے راستے کی طرف لے آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

سمجھدار ہے وہ شخص جو خود اپنا محاسبہ کرے اور آخرت کی بہتری کے لئے نیکیاں کرے۔ اور عاجز ہے وہ شخص جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے آخرت کے انعام کی امید رکھیں۔[1]

لیکن ان تحریکات کے پیروکاروں نے بانیان تحریک کو تمام برائیوں سے مبرا قرار دے کر محاسبہ کا دروازہ بند کر دیا۔ ایک تحریک کے ماننے والے اپنے آپ کو اعلیٰ اور مواخذہ سے مبرہ قرار دیتے جبکہ دوسری تحریک کے ممبران کو بدتر اور قابل محاسبہ سمجھتے تھے۔ تحریک کے بانیان انسان ہونے کی وجہ سے کمزوریوں سے مبرہ نہ تھے۔ لیکن ان پر کی گئی علمی اور تحریکی تنقید کو اتہام سمجھا جاتا اور اسے ان کی ذات پر طعن قرار دیا جاتا تھا اور یوں تہمت اور ملامت کے تیروں کا رخ تنقید کرنے والے کی طرف ہو جاتا۔

8. سیرت و کردار کا انحطاط

اسلامی سیاسی تحریکوں کے بانیان نے اپنی اعلیٰ سیرت و کردار کی بدالت لاکھوں لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ ان کا مشن تشدد سے پرہیز کرتے ہوئے منظم سیاسی جدوجہد کے ذریعے اپنے مقاصد کا حصول ممکن بنانا تھا۔ تاہم جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تحریک کے شرکاء کے یہ جذبات ماند پڑتے گئے اور ان کا سیرت و کردار انحطاط کا شکار ہوتا گیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ جماعت اسلامی کے کارکنوں کے کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

اخلاق وسیرت کے وہ گوہر نایاب جو کسی بھی انقلابی جماعت کا طرہ امتیاز ہوتے ہیں وہ اب جماعت اسلامی میں ناپید ہو رہے تھے۔ وہ فرق جو کسی زمانے میں جماعت اسلامی اور عام باہر کے بندے میں نمایاں ہوتا تھا اب مدھم ہوتے ہوتے معدوم ہونے لگا تھا اور جماعت کے خاص لوگوں اور معاشرے کے بالکل عام لوگوں کے سیرت و کردار میں کوئی خاص فرق نظر نہ آتا تھا۔[2]

---

1 الترمذي، السنن، كتاب صبغة القيامة، باب 25، (4:207)، رقم الحديث: 2467.
Al-Tirmidhi, Al-Sunan, Kitab Sifat al-Qiyamah, Bab 25, (4:207), Hadith number 2467

2 اسرار احمد، ڈاکٹر، تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ، (کراچی: مکتبہ تنظیم اسلامی، طبع دوم)، ص:180

لہٰذا جب اخلاق زوال پذیر ہوا تو ان تحریکوں میں پائی جانے والی کشش بھی کم ہونا شروع ہو گئی اور لوگ ان تحریکوں کے کردار پر انگلیاں اٹھانے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریکیں ان اعتراضات کے جواب دینے میں زیادہ فعال ہو گئیں اور اپنے اصل مقصد سے ہٹ گئیں۔ کردار کا یہ انحطاط آخر کار ان جماعتوں کی تقسیم کا باعث بنا اور ایک جماعت کئی کئی جماعتوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کی ایک مثال اخوان المسلمین سے ہی وجود میں آنے والی جماعت الہجرۃ والتکفیر کی ہے جو کہ انتہا پسند عزائم رکھتی تھی۔

اگرچہ بعد میں اخوان المسلمین اور جماعت اسلامی نے اس سے لا تعلقی ظاہر کر دی لیکن اس طرح کی متشدد اور انتہا پسند جماعتیں نہ صرف اسلامی سیاسی تحریکوں کی بدنامی کا باعث بنیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بھی مغرب کے خیالات میں منفی سوچ کا عنصر لانے کا موجب ٹھہریں۔ ایسی ہی جماعتوں کے منفی کردار کی بدولت اسلام کو انتہا پسند دین اور مسلمانوں کو متشدد قوم قرار دیا گیا۔

نتائج

مندرجہ بالا دلائل سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں

1۔ اسلامی سیاسی تحریکات اپنے حقیقی مقاصد کی بجائے نظریاتی مقاصد کی ترویج میں مصروف ہو گئیں۔ اس وجہ سے ان کی افادیت میں کمی واقع ہوئی۔

2۔ عجلت پسندی اور منصوبہ بندی کے فقدان کا شکار ہونے کی وجہ سے یہ سیاسی تحریکات پنے مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ناکام رہیں۔

3۔ سیاسی تحریکات کی کامیابی کا انحصار ان کے منشور پر عمل درآمد کی بدولت ممکن ہوتا ہے جبکہ اسلامی سیاسی تحریکات کے ارکان کی کی اکثریت لکیر کی فقیر ہے اور جدت کو اپنانے سے کتراتی ہے۔

4۔ کسی بھی تحریک کی کامیابی کا انحصار اس تحریک میں احتساب کی موجودگی سے ہی ممکن ہے جبکہ اسلامی سیاسی تحریکات کی اکثریت میں محاسبہ کا فقدان ان تحریکات کے مقاصد کے حصول میں بڑی رکاوٹ تھا۔

سفارشات

لہٰذا یہ جماعتیں اگر آج بھی اپنی عظمت رفتہ واپس لانا چاہتی ہیں تو ان کو فوری طور پر درج ذیل اقدامات کرنا ہوں گے:

1۔ نظریاتی اختلاف کو پس پشت ڈال کر اجتماعی سوچ کو پروان چڑھانا چاہیے۔

2۔ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

3۔ بدلتے ہوئے حالات کے تحت خود کو بدل کر دور جدید کے مسائل کے حل کے لیے تقلید کی بجائے اجتہاد سے کام لینا چاہیے۔

4۔ ان تحریکوں کے ماننے والوں کو تطہیر فکر اور تعمیر فکر کے لئے سیرت و کردار کو مثبت سمت میں رکھ کر محاسبہ کا نظام اپنانا چاہیے۔

ان عظیم مقاصد کے حصول کی خاطر ان تھک محنت اور لگن سے اسلامی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے تحریک کے مقاصد طے کرنا ہوں گے۔ صرف اسی صورت میں یہ تحریکیں عالم اسلام کی صحیح معنوں میں نمائندگی کی حق دار کہلا سکتی ہیں۔